ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

(حضرت سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کی
چلائی ہوئی تحریک تجدید و جہاد کی تاریخ)

از

مسعود عالم ندوی

دار الاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

طبع اوّل ـــــ ایک ہزار ـــــ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء

ـــــ مطبوعہ ـــــ

صحیفہ مشین پریس حیدرآباد دکن

کتبہ: سید ناصر علی
کاپی نویس خوشنویس :

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
عرض مولف	۷
پہلا باب ۔ وہابیت کیا ہے؟	۱۵
دوسرا باب ۔ بدنام وہابی	۱۹
ہندوستان کی اس پہلی اسلامی تحریک اور نجد کی دعوت توحید و اصلاح کا فرق	۲۰
وہابی اور اہل حدیث	۲۶
تیسرا باب ۔ سید احمد شہید سن ۱۲۰۱ھ تا ۱۲۴۶ھ	۲۹
جہاد	۳۲
دعوت اور مشن	۳۵
دعوت کا اہم عنصر	۳۵
شہادت یا غیبوبت	۴۰
اصلی نصب العین تاسیس حکومت الہیہ	۴۴
مشہور خلفاء	۴۶

نشان سلسلہ	مضمون	صفحہ
۱۳	**چوتھا باب۔ سید صاحب کے بعد**	۴۸
۱۴	مولانا ولایت علی صادق پوری	"
۱۵	تنظیم و تبلیغ	۵۲
۱۶	حج و جہاد	۵۴
۱۷	مولانا عنایت علی غازی	۵۷
۱۸	تبلیغ	"
۱۹	فصل خصومات	۵۹
۲۰	جہاد	۶۰
۲۱	غداروں پر اعتماد	۶۳
۲۲	چھیڑ چھاڑ ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء	۶۴
۲۳	آخری ابتلاء ۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۸ء	۶۵
۲۴	مختلف امراء	۶۸
۲۵	مولانا عبداللہ صادق پوری	۷۲
۲۶	**پانچواں باب۔ ہندوستان کے اندر**	۸۵
۲۷	نظام عمل	۹۱
۲۸	فرہنگ مصطلحات	۱۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر سلسلہ
۱۰۲	چھٹا باب۔ سازش کا الزام اور مقدمے	۲۹
۱۰۵	پہلا مقدمہ سازش انبالہ سنہ ۱۸۶۴ء	۳۰
۱۱۵	دوسرا مقدمہ سازش پٹنہ سنہ ۱۸۶۵ء	۳۱
۱۲۶	تیسرا مقدمہ سازش مالدہ سنہ ۱۸۷۰ء	۳۲
۱۲۸	ضلع مالدہ	۳۳
۱۲۹	چوتھا مقدمہ سازش راج محل سنہ ۱۸۷۰ء	۳۴
۱۳۱	پانچواں مقدمہ سازش پٹنہ سنہ ۱۸۷۱ء	۳۵
۱۳۲	بعض دوسرے گرفتاران بلا	۳۶
۱۴۵	ساتواں باب۔ اسیران بلا کے مصائب اور ان کی استقامت	۳۷
۱۶۰	آٹھواں باب۔ ظاہری ناکامی کے اسباب	۳۸
"	کامیابی یا ناکامی	۳۹
۱۶۰	کتابیات	۴۰
"	فارسی	۴۱
۱۶۱	اردو	۴۲
۱۶۲	انگریزی	۴۳

یہ دونوں طبقے یعنی حنفی اور اہل حدیث ساتھ مل کر کام کرتے رہے، دونوں کا زور جہاد پر تھا۔ اور ان فروعی مسئلوں میں وہ روادار تھے۔ مگر آگے چل کر جب مجاہدین کی داروگیر شروع ہوئی اور ہر آمین بالجہر کہنے والے پر "وھابی" کا شبہ کیا گیا۔ اور وھابی کے معنی سرکاری زبان میں 'باغی' کے ہو گئے (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آتا ہے)، ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوئی۔ اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ۱۲۵۹ھ–۱۳۳۸ھ نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور حدیہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء[1] کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دئے[2]۔ ان بیچارے کو یہ ہوش نہیں رہا کہ وہ اپنے کو سرکار کی زد سے بچانے کی فکر میں کیا کر رہے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو کس پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب اور انھیں جیسے بعض علماء اہل حدیث کی روش کا یہ نتیجہ ہوا کہ موجودہ جماعت اہل حدیث کا عام رجحان فروعی مسئلوں تک، محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ پوری جماعت 'اہل حدیث' ایسی ہی ہے۔ حاشا وکلا! انھیں میں اہل صادق پور بھی ہیں، جو سید صاحب رح کے عشق و محبت میں خود اُن کے اہل خاندان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں، نیز ہندوستان کے طول و عرض میں سینکڑوں اہل حدیث ایسے ملیں گے جن کے دل اب بھی جذبۂ جہاد سے معمور ہیں۔ اور وہ اپنے اسلاف کی روش پر سختی کے ساتھ قائم ہیں۔ اس کے علاوہ

---

[1] مولانا فضل حق خیرآبادی (اسیر انڈمان متوفی ۱۲۷۸ھ) اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (ف ۱۳۱۷ھ) وغیرہم

[2] رسالۂ اشاعت السنۃ۔

سید صاحبؒ کے ماننے والے اور ان کے مسلک کے مطابق جہاد و اصلاح کا ولولہ رکھنے والے اہل حدیث طبقہ کے اندر محدود نہیں۔ اہل دیوبند (جو پکے حنفی ہیں) کا ایک اچھا خاصہ طبقہ سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر چلنا اپنے لئے سرمایۂ سعادت سمجھتا ہے۔ اہل دیوبند اور جماعت اہل حدیث کے علاوہ بھی سمجھدار مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ کے مشرب و مسلک کو عین اسلام تصور کرتی ہے۔ یہ تمام طبقے اصطلاحی "وھابی" کی فہرست میں آتے ہیں۔ مگر انہیں اہل حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ اہل حدیث، ایک بالکل دوسری جماعت ہے، جو باطنیوں اور شیعوں کے توڑ کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ اور یہ کوئی نئی جماعت نہیں۔ بنو عباس کے اوائل عہد (دوسری صدی ہجری) ہی میں محدثین اور اہل حدیث کا گروہ ممتاز اور مشہور تھا۔ یہ اور بات ہے کہ موجودہ جماعت اہل حدیث آمین و رفع یدین اور اس قسم کے دو چار فروعی مسئلوں پر قانع ہو کر رہ گئی ہے ــــــــــــ

خلاصۂ کلام یہ کہ ہندوستان کے اصطلاحی "وھابی" اور ہیں اور "اہل حدیث"[ع۱] اور۔ اور راقم ان دونوں لفظوں کے استعمال میں اس فرق کو ملحوظ رکھتا ہے۔ گو سچ پوچھئے تو لفظ "وھابی" کا اطلاق کسی گروہ پر صحیح نہیں۔

ع۱ راقم کو اگر کوئی مخالف بھی "وھابی" کہتا ہے تو تردید کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر کوئی اہل حدیث کے نام سے یاد کرے تو اس سے برات کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اہل حدیث سے تحزّب اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے موجودہ دور میں حنفیت، اور شافعیت وغیرہ فقہی مذاہب ہونے کی بجائے مستقل "دین" بن کر رہ گئی ہیں۔ ہر طرف تحزب اور فرقہ بندی کا زور ہے، ضرورت اصول پر زور دینے اور فروع میں رواداری ہونے کی ہے۔

تے بلوغ المرام کی شرح مولانا رح ہی کی ترغیب سے لکھی تھی۔ (ایقاظ المنن بالقاء المحن ص۱۲)

حج و جہاد

مولانا ولایت علی خود بھی بنگال تشریف لے گئے۔ شہروں اور دیہاتوں کا دورہ کیا۔ پھر اپنے مرشد و امیر کی اتباع میں آغاز جہاد سے پہلے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور اسی سلسلے میں یمن اور دوسرے مقامات کی سیاحت کی۔ اور یمن کے نامور محدث و عالم قاضی محمد بن علی شوکانی (ف ۱۲۵۵ھ) سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اور ان کی بعض[1] تصانیف ساتھ لائے۔ ان کی یہی ادا ہمارے مولانا سندھی رح کو ایک آنکھ نہیں بھاتی[2]۔ پتہ نہیں بیرون ہند کے کسی عالم اور محدث سے استفادہ کیوں جرم قرار دیا جاتا ہے؟ اسلام تو اس قسم کی جغرافیائی حد بندی کا قائل نہیں۔

واپسی کے بعد اپنے سگے بھائی مولانا عنایت علی غازی رح کو سید ضامن شاہ (رئیس بالاکوٹ) کی طلب پر مقام جہاد کی طرف روانہ کیا۔ پھر خود بالاکوٹ پہنچے اور مجاہدین کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی[3]۔

اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ جاری تھی۔ راجہ کو شکست

---

(۱) ان میں البحیرہ وہ نسخہ جو مولانا ولایت علی رح یمن سے ساتھ لائے تھے اب تک صادق پور میں محفوظ ہے اور راقم الحروف کی نظر سے گذر چکا ہے۔ (۲) ملاحظہ ہو مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر ص۸۸۔

(۳) ایک نادر قلمی رسالے میں جو ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۳ھ کو میدان جہاد سے بھیجا گیا ہے مولانا ولایت علی رح کے موقع پر پہنچنے کا حال ان الفاظ میں درج ہے۔

"الحمد للہ علی احسانہ و کمال منہ و کرمہ کہ بتاریخ ہفدہم شہر شوال روز جمعہ سنہ ۱۲۶۳ھ جناب حضرت مولانا ... ظل کرامات امرزی ... مرشدنا و امیرنا مولوی ولایت علی صاحب ادام اللہ برکاتہ تشریف فرما ... مع تمام اہل قافلہ بالا ... سایہ ... بہ محض فضل رب الارباب ... تمام اعداء نکوست ... دل اسلام جلوہ افروز شدند"

ہوئی اور اس نے انگریزوں کے سائے میں جا کر پناہ لی۔ جو اُس وقت تک پنجاب پر قابض ہو چکے تھے۔ حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ کرنا خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مجاہدین کے ذریعہ سکھوں کی طاقت توڑ دی جائے۔ اسی لئے شروع شروع مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی۔ لیکن جب پنجاب کا اکثر حصہ انگریزوں کے قبضے میں آگیا تو مجاہدین حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔ مجاہدین بھی خواہ مخواہ حکومت سے نبرد آزما ہونا خلاف مصلحت خیال کرتے تھے۔ کوئی فریق ایک دوسرے سے مطمئن نہیں تھا کہ گلاب سنگھ کے سلسلے میں حکومت نے دھمکی دی۔ ابھی گفت و شنید کا سلسلہ جاری تھا کہ جاسوسوں نے باشندوں کو بھڑکایا۔ اور انھوں نے مجاہدین کے ساتھ شرمناک غداری کی۔ ایک روز مقرر کر کے سارے علاقے میں ان غریب الوطن "مہاجروں" کا قتل عام کرا دیا (ان واقعات کی مزید تفصیل مولانا عنایت علی کے حالات میں آتی ہے) اور سید ضامن شاہ رئیس بالاکوٹ (جس کی درخواست پر مولانا عنایت علی کو بھیجا گیا تھا اور جس کی تمام املاک مجاہدین کی امداد و اعانت سے واپس مل چکی تھیں) نے بھی بے وفائی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد مولانا نے صورت پنیر کا رُخ کرنا چاہا۔ مگر سرکار انگریزی مزاحم ہوئی۔ ناچار حکومت کے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہو کر اپنے بھائی اور خاص رفیقوں کے ساتھ انھوں نے وطن کی راہ لی۔ پھر بھی ان کے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد میر اولاد علی (ف ۱۲۹۵ھ) ساکن سورج گڈھا[1] ضلع مونگیر کی قیادت میں خفیہ طریقے پر ستھانہ پہنچ گئی۔ وہیں

(۱) اسی سورج گڈھا کو مشہور محدث میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب رح (ف ۱۳۲۰ھ) کے وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔